کیا اس حقیقت سے کسی کو انکار ہے کہ بنی اسماعیلؑ نے اپنا قِبۡلَةَ کبھی تبدیل نہیں کیا تھا؟

مشرق ومغرب اس بات پر متفق ہیں کہ آقائے نامدار رسول کریم ﷺ کے خاتم النبیین مبعوث فرمائے جانے سے قبل بھی تعمیر کی ابتدا سے زمان کے ہر دور میں مکۃ المکرّمہ اور اس کے گردونواح کے لوگوں کا مرکز نگاہ، نقطہ وحدت اور قِبۡلَةَ صرف ٱلۡكَعۡبَةَ ہے
ابراہیم علیہ السلام کے اعلان کے بعد سے مکہ کے باسیوں کے علاوہ اردگرد اور دور دراز کے لوگ ٱلۡكَعۡبَةَ کے حج کیلئے آتے تھے

وَأَذِّن فِي ٱلنَّاسِ بِٱلۡحَجِّ يَأۡتُوكَ رِجَالٗا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٖ يَأۡتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٖ ٢٧

''اور (اے ابراہیم علیہ السلام) لوگوں میں حج کا اعلان کردیں۔
وہ تیرے پاس پیادہ اور ہر طرح کی دبلی پتلی سواری پر دور دراز پہاڑوں کے درمیان کشادہ راستوں سے آئیں گے'' (الحج۔۲۷)۔
ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے گئے انداز میں لوگ حج کرتے، اللہ کیلئے قربانی دیتے اور اپنی نذریں پوری کرتے اور

وَلۡيَطَّوَّفُواْ بِٱلۡبَيۡتِ ٱلۡعَتِيقِ

''اور شرف وعظمت (حرمت) والے گھر کا طواف کریں'' (حوالہ الحج۔۲۹)۔

اللہ رب العزت سے ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ معظّمہ کی تعمیر پر یہ دعا بھی فرمائی تھی:

وَإِذۡ قَالَ إِبۡرَٰهِيمُ رَبِّ ٱجۡعَلۡ هَٰذَا ٱلۡبَلَدَ ءَامِنٗا وَٱجۡنُبۡنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعۡبُدَ ٱلۡأَصۡنَامَ ٣٥ رَبِّ
إِنَّهُنَّ أَضۡلَلۡنَ كَثِيرٗا مِّنَ ٱلنَّاسِۖ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُۥ مِنِّيۖ وَمَنۡ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٞ رَّحِيمٞ ٣٦ (سورۃ ابراہیم۔۳۵۔۳۶)

''میرے رب! اس شہر کو پرامن بنا، اور مجھے اور میرے بیٹوں کو مورتیوں کی پوجا سے دور رکھ۔ میرے رب! انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔ اس لئے جس نے میری پیروی کی وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو تُو بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے''
ابراہیم علیہ السلام کے اس فرمان پر بھی کچھ دیر غور فرمائیں کہ ان کے ہاتھوں تعمیر شدہ قِبۡلَةَ سے عارضی طور پر ہٹنا کیا پیروی کہلائے گا یا نافرمانی؟ اور یہ بھی یاد رہے کہ سورۃ ابراہیم (علیہ السلام) مکۃ المکرّمہ میں نازل ہوئی تھی۔

اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں پھر طویل عرصے کیلئے کسی خبردار کرنے والے کو نہیں بھیجا گیا۔ اور اس وجہ سے بتدریج ان کی نسل میں اکثر لوگ غفلت کا شکار ہوگئے اور مورتیوں کی پرستش شروع کر کے مشرکین بن گئے۔ اور ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے اسحاق علیہ السلام کی نسل میں پے در پے رسول بھیجنے کے باوجود بنی اسرائیل بگاڑ اور خرافات کا شکار ہوتی چلی گئی اور کبھی بھی اپنے آپ کو مکمل سدھار کی طرف نہ لے گئی۔

اللہ تعالیٰ سے ابراہیم اور اسماعیل علیہم السلام نے کعبہ معظّمہ کو تعمیر کر دینے پر یہ مانگا تھا

رَبَّنَا وَٱبۡعَثۡ فِيهِمۡ رَسُولٗا مِّنۡهُمۡ

''ہمارے رب! (ہماری) اس (اولاد) کے درمیان مبعوث فرما ایک رسول اسی (امت مسلمہ) میں سے''۔

اور جس مقصد کیلئے خاتم النبیین ﷺ کو مانگا تھا وہ یہ تھا

يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيهِمۡۚ

''جو انہیں تیری آیات سنائے، کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور انہیں آلائشوں سے پاک کرے'' (حوالہ البقرۃ۔۱۲۹)

انہوں نے خاتم النبیین مبعوث فرمانے کی دعا میں ان کا آخری مقصد یہ بیان کیا تھا يُزَكِّيهِمۡ ''انہیں پاک کرے''۔

پاک اسے کیا جاتا ہے اور اس وقت کیا جاتا ہے جب کوئی غلاظت اور نجس کی آلائشوں سے آلودہ ہو چکا ہو۔ ابراہیم اور اسماعیل علیہم السلام کی عظمتوں کو سلام ہو کہ انہوں نے رب العزت سے آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ کو مناسب وقت پر مبعوث فرمانے کی درخواست بھی کی تھی۔ اور آخر وہ وقت آ گیا جب ابراہیم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں کی نسلوں کی اکثریت غلاظتوں اور نجس سے لتھڑ چکی تھیں۔ ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے اسحاق علیہ السلام کی نسل بنی اسرائیل تو عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری پر دو حصوں میں منقسم ہو چکی تھی۔ ایک گروہ عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کر کے مکمل طور پر کافر بن چکا تھا اور دوسرا گروہ جو ایمان لا کر مسلم بنا تھا ان کی اکثریت بھی بتدریج کفر کی وادیوں میں دھنس چکی تھی اور اپنے آپ کو نصاریٰ کہلوانے لگے تھے۔ اور اس طرح ابراہیم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں کی نسلوں میں سے مِّلَّةِ إِبۡرَٰهِـۧمَ پر قائم رہنے والے مسلمان انتہائی قلیل تعداد میں تھے۔

اللہ نے ابراہیم اور اسماعیل علیہم السلام کی دعا کی قبولیت ظاہر فرما دی

هُوَ ٱلَّذِي بَعَثَ فِي ٱلۡأُمِّيِّـۧنَ رَسُولٗا مِّنۡهُمۡ

''اللہ وہ ہے جس نے ٱلۡأُمِّيِّـۧنَ میں انہی (امیین) میں سے رسول (کریم ﷺ) کو مبعوث فرمایا

يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ

جو انہیں اس کی آیتیں سناتے ہیں۔ اور انہیں آلائشوں سے پاک کرتے ہیں۔ اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں'' (حوالہ الجمعۃ۲)

دوسرے مقام پر یوں فرمایا

لَقَدۡ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَى ٱلۡمُؤۡمِنِينَ إِذۡ بَعَثَ فِيهِمۡ رَسُولًا مِّنۡ أَنفُسِهِمۡ

''اللہ نے یقیناً مومنوں پر احسان کیا جب اس نے ان کے درمیان انہی میں سے رسول (کریم ﷺ) کو مبعوث فرمایا۔

يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَـٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَـٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ

جوانہیں اس کی آیتیں سناتے ہیں۔ اورانہیں آلائشوں سے پاک کرتے ہیں۔ اورانہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں'' (حوالہ آلِ عمران ۱۶۴)

اور آلِ عمران کی ۱۶۴ اور سورۃ الجمعة کی آیت ۲ کے آخر میں ایک جیسے الفاظ میں بتایا:

وَإِن كَانُواْ مِن قَبۡلُ لَفِى ضَلَـٰلٍ مُّبِينٍ ۝ ''اور بیشک اس سے قبل وہ لوگ انتہائی غافل تھے''۔

ابراہیم اور اسماعیل علیہم السلام کی دعا میں يُزَكِّيهِمۡ آخر میں آیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ کو مبعوث فرمانے کے متعلق بتاتے ہوئے ان کے ذمہ کام میں تلاوت آیات کے بعد دوسرا مقصد يُزَكِّيهِمۡ بتایا اور اس کے بعد کتاب وحکمت کی تعلیم کو رکھا۔ اللہ تعالیٰ کی آیات اور کتاب ہی ہے جو انسان کے تزکیہ کا ذریعہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ کے ذریعے سنائی گئی آیات میں دی گئی خبروں سے ہٹ کر متضاد کہانیاں اور تخیلاتی باتیں آیات کو پست کرنے کے مترادف ہیں کیونکہ ان سے آیات مبارکہ کی باتیں پس پشت ڈال کر اختراع شدہ کہانیوں کو لوگوں میں اجاگر کیا جاتا ہے۔

آقائے نامدار، رسولِ کریم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل بنی اسماعیل کی اکثریت اصنام پرستی میں ملوث ہو چکی تھی لیکن اپنے قِبۡلَةَ سے منحرف نہیں ہوئے تھے۔ ٱلۡكَعۡبَةَ ان کے قلب ونگاہ کا مرکز تھا۔ ان کے مابین واحد نقطہ وحدت ٱلۡكَعۡبَةَ تھا اور اس کے علاوہ ان کا آپس میں کسی بات پر اتفاق نہ تھا یہاں تک کہ اللہ کے سوا جنہیں الٰہ خیال کرتے اور اس کا شریک بناتے تھے وہ بھی جدا جدا تھے۔ اور آقائے نامدار، رسولِ کریم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل اسحاق علیہ السلام کے بیٹے یعقوب علیہ السلام (اسرائیل) کی نسل بنی اسرائیل اور ان سے الگ ہونے والا گروہ نصاریٰ مِّلَّةَ إِبۡرَٰهِـۧمَ سے باہر نکل چکے تھے اور ان کے قِبۡلَةَ سے ہٹ کر انہوں نے مغرب اور مشرق کی سمتوں کو اپنا اپنا قِبۡلَةَ بنالیا تھا۔

کیا یہ بات عجیب نہ ہوتی اور بنی اسماعیل اپنے ساتھ اسے ایک مذاق نہ سمجھتے اگر مکہ میں بیٹھ کر کوئی شخص ان سے یہ کہتا کہ ''تمہارا قِبۡلَةَ کعبہ ہے؟'' ٱلۡكَعۡبَةَ کا طواف اور حج کرنے اور باہر سے آئے ہوئے حاجیوں کو پانی پلانے اور سہولتیں بہم پہنچانے

والوں کو یہ کہنا کہ ''کعبہ تمہارا قِبۡــــلَةَ ہے'' ایک عجیب بلکہ بے معنی بات ہوتی۔ بنی اسماعیل ٱلۡكَعۡبَةَ کے متولی بھی تھے اور ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡحَرَامِ کے منتظم بھی وہی تھے۔ اگرچہ غلط سلط کرتے تھے لیکن طواف اور حج کعبہ ہی کا کرتے تھے۔ آزادخیال اس قدر ہو چکے تھے کہ طبلہ اور ہارمونیم ایجاد کئے بغیر بھی ان کی ٱلصَّلَوٰةَ کی حقیقت سیٹیاں اور تالیاں بجانا ہی رہ گئی تھی

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمۡ عِندَ ٱلۡبَيۡتِ إِلَّا مُكَآءً وَتَصۡدِيَةً

''اور ٱلۡبَيۡتِ (یعنی ٱلۡكَعۡبَةَ) کے پاس ان کی نماز کی حقیقت سوائے سیٹیوں اور تالیوں کے کچھ نہیں ہے'' (حوالہ الانفال۔۳۵)

ان کے انداز غلط اور بگڑے ہوئے تھے لیکن اپنے قِبۡــلَةَ کے قرب سے نہیں ہٹے تھے۔ (سیٹیاں اور تالیاں میوزک، سُر اور تال ہی کو جنم دیتی ہیں۔ ہم نے عبادات کے نام پر کی جانی والی کتنی رسومات میں میوزک اور سُر تال کو شامل کیا ہوا ہے؟ عجب ہے! اللہ اور رسول کریم کے قریب ہونے کیلئے ہمیں سُر تال ہی سوجھے، اور اب تو اس کے بغیر عقیدت و محبت کے جذبات بھی نہیں ابھرتے، اور رونا بھی نہیں آتا)

آقائے نامدار، رحمت للعالمین، خاتم النبیین، رسولِ کریم ﷺ كَآفَّةً لِّلنَّاسِ تمام انسانوں کیلئے بشیر اور نذیر ہیں۔ کامل ہستی کے مالک نے کائنات کو اٹل اور دائمی اصول عطا فرمانے تھے۔ اور اصول، قاعدے قانون وہی سکھا سکتا ہے جس کی اپنی زندگی اس اصول کی کامل پیروی کا احسن ترین نمونہ ہو۔ اصول کو پہلے اپنے آپ پر اور اقرباء پر لاگو کرنا ہوتا ہے۔ اور اپنوں کا حق بھی ہوتا ہے کہ احسن بات پہلے انہیں بتائی اور سمجھائی جائے اور خطروں اور انجام کے متعلق خبردار بھی سب سے پہلے انہیں کیا جائے۔ دعوت حق کے سلسلے میں اس اٹل اصول کی پیروی کی گئی۔ فرمایا: قُمۡ فَأَنذِرۡ ﴿٢﴾ ''(اے رسولِ کریم!) اٹھیں اور خبردار کریں'' (المدثر۔۲)۔

وَهَٰذَا كِتَٰبٌ أَنزَلۡنَٰهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ ٱلَّذِي بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَلِتُنذِرَ أُمَّ ٱلۡقُرَىٰ وَمَنۡ حَوۡلَهَا

'اور یہ کتاب ہم نے اتاری ہے ثبات والی اور اس کی تصدیق کرنے والی جو سامنے موجود ہے اور اس لئے ہے تاکہ
آپ ام القریٰ (بستیوں کی ماں) اور اس کے اردگرد والوں کو خبردار کریں'' (حوالہ الانعام۔۹۲)

وَأَنذِرۡ عَشِيرَتَكَ ٱلۡأَقۡرَبِينَ ﴿٢١٤﴾

''اور اپنی قریبی برادری کو خبردار کریں'' (الشعراء۔۲۱۴)

وَكَذَٰلِكَ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ قُرۡءَانًا عَرَبِيًّا لِّتُنذِرَ أُمَّ ٱلۡقُرَىٰ وَمَنۡ حَوۡلَهَا

''اور اس طرح ہم نے آپ کی طرف عربی (زبان میں) قرآن (مجید) وحی کیا ہے
تاکہ آپ مادر شہر (مکہ مکرمہ) اور اسکے گرد والوں کو خبردار کریں'' (الشوریٰ۔۷)

خالق، مالک اور رازق سمجھتے اور مانتے تو تھے لیکن اصنام پرست بھی تھے۔ ان کا سب سے بڑا عیب شرک تھا۔ انہیں اسی بارے میں خبردار کرنا تھا کہ اللہ رب العزت واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ انہیں دعوت دی گئی کہ دل سے تسلیم اور زبان سے اقرار کرو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ مکۃ المکرّمہ میں بنی اسماعیل سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو ایمان لانے پر یہ کہنے کی ضرورت نہ تھی کہ اَلْکَعْبَۃَ ان کا قِبْلَۃَ ہے کیونکہ اس حقیقت پر تو ان کا پہلے سے ایمان تھا۔

اس سے تو کسی کو انکار نہیں کہ آقائے نامدار ﷺ کے مبعوث ہونے سے قبل بنی اسرائیل اور نصاریٰ اپنے جدامجد ابراہیم علیہ السلام کے طریقے اور ان کے قِبْلَۃَ سے ہٹ کر مشرق اور مغرب کی سمتوں میں چہرہ کرنے کو نیکی سمجھنے لگ گئے تھے لیکن کیا اس حقیقت سے کسی کو انکار ہے کہ بنی اسماعیلؑ نے اپنے جدامجد ابراہیم علیہ السلام کے قِبْلَۃَ یعنی کعبہ معظّمہ سے رغبت و محبت کو کبھی تبدیل نہیں کیا تھا؟ (ان کے طور طریقوں کو ذہن میں نہ لائیں کہ سوال ان کی دوسری نافرمانیوں سے متعلق نہیں)

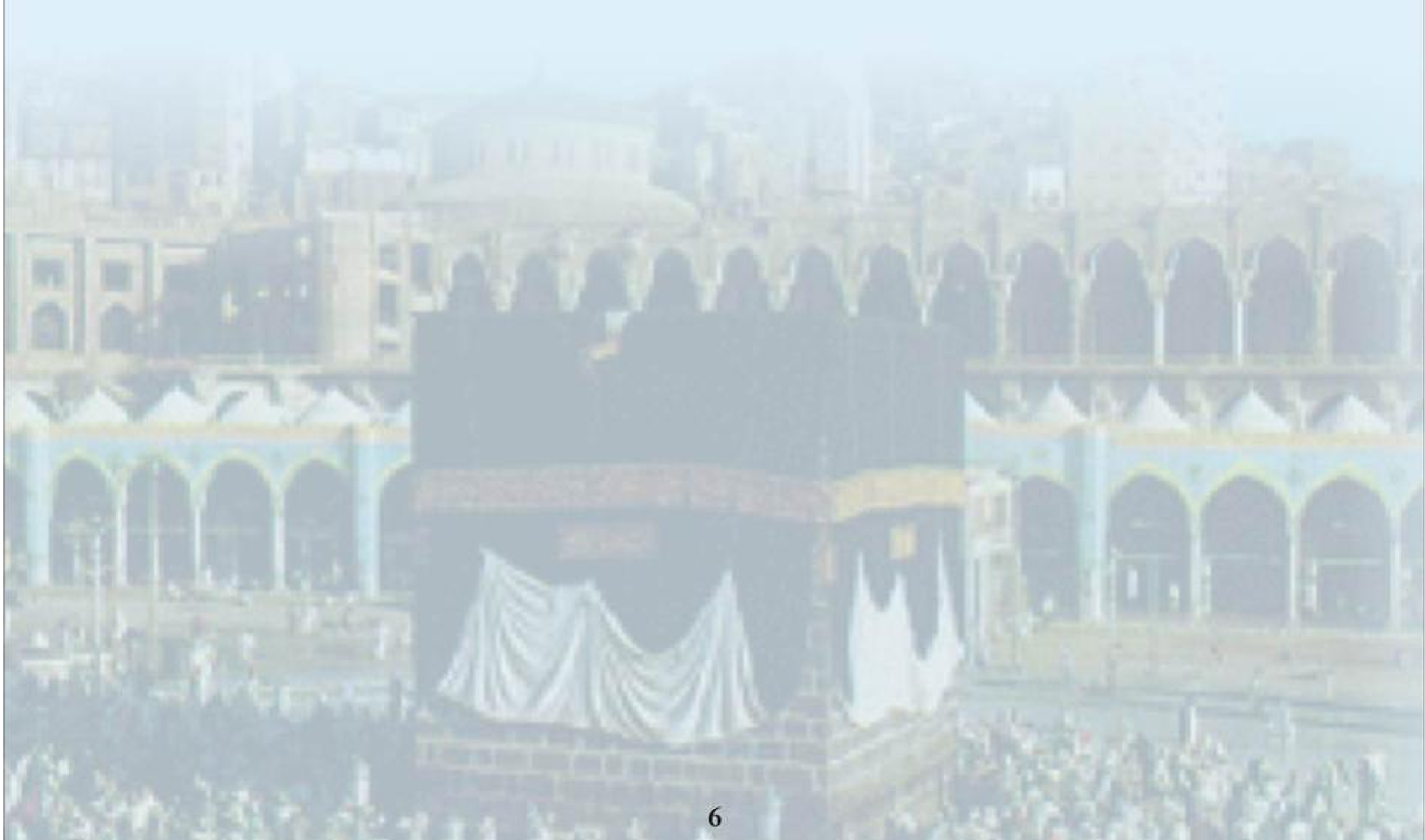

اسماعیل علیہ السلام اور آقائے نامدار ﷺ کے مابین پشت در پشت زمان کا ایک طویل فاصلہ ہے اور واضح رہے کہ آقائے نامدار ﷺ نے بنی اسماعیل ہی کو قرآنِ مجید کے ذریعے سب سے پہلے خبردار کرنا تھا

لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّآ أُنذِرَ ءَابَآؤُهُمْ فَهُمْ غَٰفِلُونَ ﴿٦﴾

''تاکہ آپ (ﷺ سب سے پہلے) اس قوم (نسل اسماعیل علیہ السلام) کو خبردار کریں
جن کے باپ دادا کو خبردار نہیں کیا گیا تھا پھر وہ غفلت میں پڑے ہیں'' (سورۃ یٰس ۔۶)

حرف 'ف' ترتیب بیان کرنے کیلئے استعمال ہوتا ہے یعنی یہ ہوا، پھر یہ ہوا، پھر یہ ہوا۔ یہ تعقیب کیلئے بھی ہوتا ہے یعنی ایک واقعہ کے بعد جتنی مدت میں دوسرا واقعہ ہوتا ہو وہ اس مدت میں ہو جائے تو اس کا اظہار بھی حرف ''ف'' سے کرتے ہیں۔ دو واقعات کے مابین حرف ''ف'' استعمال ہوتا ہے جب ایک واقعہ دوسرے واقعہ کا سبب ہو۔ اور حرف ''ف'' واوَ عاطفہ یعنی ''اور'' کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ حرف ''ف'' کے استعمال کے جس کسی انداز کو اپنایا جائے مفہوم ایک ہی واضح ہوگا کہ ان کی غفلت کی وجہ کسی رسول کا نہ آنا اور اس کے نتیجے میں ان کے پاس کتاب کی عدم موجودگی تھی اور یوں ٱلْأُمِّيِّـۧنَ تھے۔ زمان میں انسان اور مختلف قوموں کے رویئے سے آگاہی ہونے کی بناء پر ہمارے لئے ان کے بگاڑ اور غفلت کو سمجھنے میں کوئی حیرانگی اور پیچیدگی نہیں۔ لیکن یہ سوال اہم ہے کہ درمیانی عرصے میں کسی بھی خبردار کرنے والے کے نہ آنے کی وجہ سے بنی اسماعیل (علیہ السلام) میں مسلم کہلانے کا پیمانہ کیا تھا؟ مسلم وہ تھا جو اللہ رب العالمین کو إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ مانتا تھا یعنی شرک نہیں کرتا تھا کہ تمام رسولوں کا بنیادی پیغام بس یہ تھا

قَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥ

انہوں نے کہا ''اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی الہٰ نہیں''۔

انسانوں میں مسلمین اور مجرمین کے تعین کرنے کا بنیادی پیمانہ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ کا اقرار اور انکار ہے۔ اور ایمان اور کفر کی تقسیم اس وقت وجود میں آتی ہے جب اللہ کا رسول دعوت دیتا ہے کہ وہ اللہ کا چنا اور مختص کیا ہوا بندہ ہوتا ہے جو شروع ہی سے حَنِيفًا اور پابندِ میثاق ہوتا ہے۔ حَنِيفًا کی ضد، متضاد مشرک ہوتا ہے۔

آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ نے ام القریٰ، مکہ مکرمہ کے ٱلْأُمِّيِّـۧنَ یعنی بنی اسماعیل کو سب سے پہلے خبردار فرمایا جو اللہ کو